بسم اللہ الرحمن الرحیم

گوانتانامو کی کہانی

کاشف انصاری کی زبانی

کاشف انصاری ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔۲۰۰۱ء میں جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو پکڑے جانے والوں میں یہ بھی شامل تھے۔ میں نے کاشف سے ایک صحافی ہونے کے ناطے جوانٹرویو لیا اس کو جوں کا توں آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔(صادق مدنی)

صحافی: آپ کو کس جرم میں پکڑا گیا تھا؟

کاشف: میرا جرم تو مجھے خود بھی آج تک پتہ نہیں چلا......میرا خیال ہے اسلام ہی میرا جرم تھا۔

صحافی: لیکن کوئی سبب تو انہوں نے آپ کو بتایا ہوگا؟

کاشف: انہوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ آپ مجاہدین کے ساتھی ہیں۔

صحافی: تو آپ جہاد کے راستے میں کیوں آئے؟

کاشف: دیکھئے، ہماری زندگی کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ کے کلمے کو سربلند کرنا) ہے اور مظلوم مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے ظلم سے بچانا ہے۔یہ ہمارا مقصد ہے اور بس......

صحافی: تو اس کے لئے آپ نے صرف جہاد کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

کاشف: بس یہی ایک راستہ ہے......دوسرا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ جس کے ذریعے آپ مظلوم مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ اور امریکیوں کے ظلم سے بچاسکتے ہوں۔یہ مسائل اسلحے اور شمشیر سے ہی حل ہوں گے۔

صحافی: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے کوئی نتیجہ نکل سکے گا......کیونکہ دشمن کی قوت تو زیادہ ہے، جبکہ فلسطین، کشمیر، افغانستان، شیشان یا اور کسی بھی جگہ مجاہدین بہت کم ہیں؟ آپ کا مقصد کیسے حاصل ہوگا؟

کاشف:، انشاءاللہ ہمارے ساتھ اللہ ہے اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو پھر اسے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔اگر ان کے پاس طاقت ہے تو ہمارے ساتھ اللہ ہے اور اس کے فضل سے ہمارے دلوں میں ایک مصمم ارادہ ہے۔انشاءاللہ ہم کامیاب رہیں گے اور اس کی نصرت ہمارے ساتھ

رہے گی۔ مستقبل ہمارا ہے......مسلمانوں کا......

صحافی: کیا آپ کو براہِ راست امریکیوں نے پکڑا تھا......؟

کاشف: نہیں، منافقین نے پکڑا اور پھر امریکیوں کو بیچ دیا۔

صحافی: کیوں؟

کاشف: بس یہ امریکہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں اور امریکہ کو ہی یہ اپنی زندگی اور موت کا مالک سمجھتے ہیں۔ دوسرا، اس کے عوض ان کو پیسے اور انعامات بھی ملتے ہیں اس لیے یہ ہر جگہ مظلوم کو پکڑتے ہیں اور امریکہ کے حوالے کرتے ہیں۔

صحافی: جن لوگوں نے آپ کو پکڑا ان میں کوئی اچھے لوگ بھی تھے؟

کاشف: میں نے تو نہیں دیکھے۔ اچھے ہوتے تو پکڑتے کیوں؟ اور پھر ایک مسلمان کو کافر کے حوالے کیوں کرتے؟

صحافی: انہوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

کاشف: بہت برا سلوک کیا۔ بے انتہا مارا، کپڑے بھی چھین لیے اور وحشت ناک سلوک کیا۔ تفصیلات بیان نہیں کر سکتا۔ تقریباً تین ماہ مجھے مارتے پیٹتے رہے۔ ہر دوسرے تیسرے دن یہ ہوتا تھا کہ باندھ دیتے، کبھی الٹا لٹکا دیتے اور صبح سے رات ۱۲ بجے تک مسلسل مارتے رہتے۔ بے خوابی کی اذیت بھی دیتے تھے۔ پانچ پانچ دن بغیر کسی وقفے کے مسلسل جگائے رکھتے، بجلی کے کرنٹ بھی لگاتے اور سر پر مسلسل پانی پھینکتے جس سے سانس رک جاتا۔

صحافی: تو کیا اتنی اذیت کے بعد بھی آپ کے ہوش وحواس برقرار رہتے؟

کاشف: بس یہ مختلف اوقات پر منحصر تھا۔ کبھی بے ہوش ہو جاتا تھا، کبھی حواس میں رہ کر یہ سب کچھ برداشت کرتا تھا۔ لیکن مار پیٹ بے انتہا تھی۔

صحافی: اس مار پیٹ کا آپ کے صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا؟

کاشف: صحت تو میری تین سال پہلے کے اس تشدد سے آج تک خراب ہے، پورے جسم میں درد رہتا ہے، ابھی تک میرا علاج جاری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بہت مارا تھا، حالانکہ مجھ پر تشدد کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، کلمہ بھی پڑھتے تھے، نماز بھی پڑھتے تھے، لیکن ان کی نماز انہیں مجاہدین پر ظلم توڑنے سے نہیں روکتی تھی۔ میرے ساتھ یہ سب کچھ انہوں نے صرف امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کیا حالانکہ میں امریکہ کا کوئی مطلوب آدمی نہیں تھا اور نہ ہی امریکی میرے سر پر موجود ہوتے تھے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ وہ میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکلوائیں جس سے وہ امریکہ کو راضی کر سکیں۔

صحافی: تو پھر آپ نے انہیں کیا بتایا؟

کاشف: اول تو میرے پاس کوئی راز تھا ہی نہیں، اور اگر ہوتا بھی تو میں ان کو نہ بتاتا۔ بلکہ جس طرح وہ مارتے ہیں اس سے تو انسان اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے اور دلوں میں اللہ کے دشمنوں کا کینہ اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس سے کبھی کسی کے حوصلے کم نہیں ہوتے۔ میرے دیگر دوستوں نے بھی الحمدللہ انہیں کچھ نہیں بتایا۔

صحافی: گرفتار کرنے کے بعد پھر آپ کو آپ کے شہر سے کہاں لے گئے؟

کاشف: مجھے ان لوگوں نے تین ماہ بعد امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ مجھے پہلے افغانستان لے گئے، وہاں مجھے باگرام میں رکھا گیا، دو مہینے تک۔

صحافی: آپ نے دیگر قیدیوں کو کس کیفیت میں پایا؟

کاشف: مجاہدین کو اللہ تعالیٰ حوصلہ عطا فرماتا ہے، ہر جگہ پر۔ وہاں بھی جب میں گوانتانامو میں تھا تو سب ساتھیوں کے حوصلے بڑے بلند تھے اور سب خوشی اور اطمینان کی ایک کیفیت میں رہتے تھے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔ ان سب کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دن ان کو آزاد کرائے گا اور مسلمان اٹھیں گے اور طواغیت کے خلاف لڑیں گے، ہمیں رہائی دلوائیں گے۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ وہاں پنجروں میں پڑے لوگوں میں سے کوئی بھی ابھی تھکا نہیں ہے بلکہ سب حوصلے میں ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے پچھلے تین سالوں میں تفتیش کرنے والوں کو ایک لفظ، بالکل ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔ بعض ایسے ہیں کہ ادھر سے وہ سوال کرتے ہیں اور ادھر سے یہ قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں۔ امریکی بے بسی سے اپنا سر پیٹ لیتے ہیں۔

صحافی: آپ نے بتایا کہ آپ کو باگرام لے جایا گیا، وہاں کیا ہے؟

کاشف: باگرام امریکی اڈہ ہے، یہ ایک بہت بڑی جیل اور اذیت خانہ ہے۔ جہاں ایک ایک جالی دار پنجرے میں بیس بیس مجاہدین کو رکھا جاتا ہے۔ پورے دن میں سب کو صرف دو بوتل پانی ملتا ہے۔ وضو کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ غسل وغیرہ کا تصور تک نہیں ہے۔ تقریباً ۴۵ دنوں کے بعد ہمیں کپڑے بدلنے کا موقع دیا گیا اور نماز کے متعلق بھی بہت مشکلات ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امریکیوں نے قرآن پاک کو کچرے کے ڈبے میں ڈال دیا۔ بلکہ یہ منظر سب قیدیوں نے دیکھا۔ جب ہم نماز پڑھتے تو وہ کہتے کہ دل میں پڑھو۔ کسی کی آواز نہ آئے یہاں تک کہ ہونٹوں کو حرکت دینے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اکٹھے ہونے کے باوجود ہمیں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی۔ سب کو اپنی گردن مستقلاً جھکا کر رکھنا پڑتی تھی۔ نیچے زمین کی طرف ہی دیکھنے کا حکم تھا۔ اگر سر اوپر اٹھا لیں تو سزا ملتی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ تم لوگ اشاروں میں باتیں کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ دو مہینے تک ہم اذیت کی اس کیفیت میں رہے۔

صحافی: یہ حالت آپ کی کتنے عرصے تک رہی؟

کاشف: دو مہینے تک۔ جب تک ہم باگرام میں رہے ایسی ہی حالت تھی۔

صحافی: کھانا کیسا ملتا تھا؟

کاشف: فوجی کھانا ہوتا تھا۔لفافوں میں ملتا تھا،ٹھنڈا،سخت بدبودار،جس میں حلال وحرام کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔

صحافی: باگرام میں رکھنے کا مقصد کیا تھا؟

کاشف: تفتیش اور تحقیق۔اس مقصد کے لئے وہ اذیتیں بھی دیتے تھے۔ہمیں اپنے ساتھیوں کی چیخوں کی آوازیں آتی رہتی تھیں جن پر یہ امریکی ظلم توڑتے تھے۔افغانستان میں بھی وہ بے خوابی کا عذاب دیتے تھے۔ وہاں ہر ملک کے لوگ تھے۔ پاکستان کے علاوہ افغانستان، اور سعودی عرب کے مجاہدین بھی بہت تھے۔کچھ ساتھی ادھر شہید بھی ہوئے۔یمن کے مجاہدین کو میں جانتا بھی ہوں جن کو شہید کیا گیا۔

صحافی: ان کو کہاں سے پکڑ کر لایا گیا تھا؟

کاشف: کچھ افغانستان سے اور کچھ یہاں پاکستان کی ایجنسیوں نے پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیے ہیں۔

صحافی: باگرام میں آپ کی تفتیش امریکیوں کے علاوہ کسی اور نے بھی کی؟

کاشف: نہیں،صرف امریکی تھے۔

صحافی: آپ لوگ وہاں کیا سوچتے تھے؟

کاشف: الحمدللہ ہمارا حوصلہ ہر آنے والے دن میں بڑھتا ہی گیا۔سب ساتھیوں کی یہی کیفیت تھی۔وہ ذہنی طور پر بہت اذیت میں رکھتے تھے کہ تم لوگ یہاں سو سال تک پڑے رہو گے،کبھی یہاں سے زندہ نہیں نکل سکو گے۔مگر میں نے نہیں دیکھا کہ مجاہدین ان کی باتوں سے ڈرے ہوں۔

صحافی: باگرام کے بعد آپ کو کہاں لے جایا گیا؟اور منتقلی کا طریقہ کیا ہوتا تھا؟

کاشف: آنکھیں بند،منہ بند،کان بند،اور پورے جسم کو زنجیروں میں جکڑ کر لے جاتے تھے...... جب تحقیق کے لئے لے کر جاتے تب بھی یہی حال کرتے تھے۔خاص طور پر جب گوانتانامو لے جایا گیا تو بہت ہی تکلیف میں رکھا گیا۔کرسی کے ساتھ بڑی سختی سے باندھ دیا گیا اور تقریباً چوبیس گھنٹے ہم اسی حالت میں جہاز میں رہے۔بعض اوقات سانس بھی بند ہو جاتی تھی لیکن صبر کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔نماز کے لئے بھی نہیں چھوڑا گیا۔اس لیے ہم صرف اشارہ سے ہی نماز پڑھتے تھے۔وقت کا بھی اگرچہ پتہ نہیں چلتا تھا لیکن ہم اندازے کے مطابق پڑھتے تھے۔

صحافی: کتنے قیدی تھے آپ کے ساتھ؟

کاشف: ہم پچاس،ساٹھ افراد تھے۔

صحافی: پھر آپ کو کیوبا پہنچایا گیا؟

کاشف: جی ہاں! گوانتانامو کیمپ میں۔

صحافی: وہاں موسم کیسا تھا؟

کاشف: موسم بہت گرم تھا۔ خود امریکی بتاتے تھے کہ پہلے وہاں موسم بہت گرم تھا لیکن مجاہدین کے وہاں جانے کے بعد اتنی بارشیں ہوئیں کہ موسم بدل گیا۔ بہت اچھی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں۔ یہ سب اللہ کی رحمت تھی۔ الحمدللہ!

صحافی: آپ کتنا عرصہ وہاں رہے؟

کاشف: تین سال سے کچھ زیادہ۔

صحافی: سردی کے موسم میں کیا کرتے تھے؟

کاشف: سردی بھی ہوتی تھی مگر اتنی زیادہ نہیں۔ جن کو ایک دو کمبل مل جاتے ان کا گذارا ہو جاتا تھا۔

صحافی: سب کو کمبل نہیں ملتے تھے؟

کاشف: نہیں! وہاں انہوں نے قیدیوں کی درجہ بندی کر رکھی تھی۔ ایک، دو، تین اور چار۔ پہلے دوسرے درجے والوں کو دو، دو کمبل ملتے تھے جب کہ تیسرے درجے والوں کو ایک، لیکن جن کو زیادہ اذیت دینا ہوتی تھی ان کو چوتھے درجے میں رکھا جاتا تھا۔ ان کو کچھ نہیں ملتا تھا۔

صحافی: یہ درجہ بندی کس اعتبار سے کی جاتی تھی؟

کاشف: اس کا کوئی معیار نہ تھا۔ ہر فرد کے درجے یہ لوگ اپنی مرضی سے بدلتے رہتے تھے۔ کبھی ایک فرد پہلے درجے میں ہے تو بعد میں چوتھے درجے میں، اور کبھی اس کے الٹ بھی ہوتا تھا۔ ایسے لوگ جن کو زیادہ اذیت دینا ہوا ان کو کنٹینروں میں رکھا جاتا ہے، جن کا لوہا بھی سردی سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور لوہے کے ٹھنڈے فرش پر وہ لوگ پھر ساری ساری رات سو بھی نہیں سکتے۔ مجھے یاد ہے کہ ''رومیو'' بلاک میں ۴۵ کے لگ بھگ ساتھی ایسی ہی حالت میں تھے۔ ان کے پاس کمبل، کپڑے کچھ بھی نہیں تھا۔ قمیص، پاجامے بھی ان سب سے چھین لیے گئے تھے۔ صرف ایک ایک ''شارٹ'' میں وہ اس سردی میں اپنے دن گذارتے تھے۔

وہاں ریڈ کراس والے صلیبی بھی آتے تھے لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر بھی وہ دنیا والوں کو ہماری اصلی حالت نہیں دکھاتے تھے، جس کا اندازہ مجھے رہائی کے بعد ہوا، کیونکہ رہا ہونے کے بعد بھی میں نے ان کی طرف سے ایسی کوئی رپورٹ نہیں سنی، حالانکہ وہ چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی خط بھی وہ لیتے تو پہلے اس کو سنسر کرتے، پھر چھ سات ماہ بعد ایک دو سطریں گھر والوں کو موصول ہوتی تھیں۔ باقی سارا خط کاٹ دیتے تھے۔ گھر سے آنے والے خط کا بھی یہی عالم ہوتا تھا۔

صحافی: خوراک؟

کاشف: خوارک تو بہت ہی خراب تھی۔ کھانا اکثر کچا ہوتا تھا۔ گوشت ہوتا تھا لیکن چونکہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ حلال ہے یا حرام اس لئے مجاہدین نہیں کھاتے تھے۔ کبھی چاول بھی دیتے تھے، لیکن مشکل یہ تھی کہ کھانا بہت کم ہوتا تھا۔ اتنا کم کہ بالکل کفایت نہیں کرتا تھا۔ رمضان میں

ایک مرتبہ مجھے چاول ملے۔ان کی مقدار کھانے کے دو چمچ سے زیادہ نہ تھی۔

ایک رمضان ہم پر ایسا بھی گزرا کہ ''افطاری'' رات دس گیارہ بجے ملتی تھی، حالانکہ ان کو پتہ بھی تھا کہ ہم لوگ روزے سے ہیں۔

صحافی: آپ کو کیسے پتہ چلتا تھا کہ اب رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا ہے؟

کاشف: چاند کو دیکھ کر۔

صحافی: امریکی آپ کو نہیں بتاتے تھے؟

کاشف: پہلے تو بتاتے تھے کیونکہ انہوں نے کیمپ میں ایک ''چاپلن'' رکھا ہوا تھا.....اس کو وہ ''مسلم چاپلن'' (مسلم پادری) کہتے تھے، حالانکہ وہ بھی امریکی فوجی ہی تھا۔مگر بعد میں معلوم نہیں کیوں اس کو بھی انہوں نے جیل میں ڈال دیا۔اس ''مسلم پادری'' کی ہمیں ضرورت بھی نہیں تھی۔کھلے آسمان میں چاند ہم خود بھی دیکھ سکتے تھے۔اس لیے ہمیں عید، رمضان وغیرہ کی خود ہی خبر ہو جاتی تھی۔

صحافی: عید پر آپ لوگوں کو گھر کی یاد آتی تھی؟

کاشف: آتی تو تھی لیکن ہم کیا کر سکتے تھے۔صبر ہی کرتے تھے۔

صحافی: رمضان کیسے گزرتا تھا؟

کاشف: رمضان میں رات کو قیام ہوتا تھا اور دن میں تلاوت۔ساتھی بہت تھوڑی دیر سوتے تھے۔زیادہ وقت عبادت میں گزرتا۔تراویح میں ختم قرآن بھی ہوتا۔ ہر کوئی اپنے اپنے قفس میں ہوتا تھا مگر اگلے پنجرے کا ساتھی امام بن جاتا اور باقی سب اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

صحافی: مگر سینکڑوں قیدیوں تک آواز کیسے پہنچتی تھی؟

کاشف: یہ امامت اور نماز ہر بلاک میں الگ الگ ہوتی تھی۔ ہر بلاک میں تقریباً چالیس افراد ہوتے تھے۔وہ سب ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے۔

صحافی: لباس کیسا ہوتا تھا؟ موسم کے لئے کافی تھا؟

کاشف: لباس اصلاً گرم تھا اور گرمی کے موسم میں بہت مشکل ہوتی تھی۔سردی میں بھی ناکافی ہوتا تھا۔جیسے وہاں ترپال ہوتی ہے ویسا کپڑا تھا۔ہفتے میں ایک بار بدلنے کی اجازت تھی۔حشرات، مچھر وغیرہ بھی بہت ہوتے تھے، چوہے بھی بہت تھے جو پنجروں میں گھس آتے تھے لیکن ساتھیوں کو اذیت نہیں دیتے تھے۔حتیٰ کہ بچھو بھی ہوتے تھے۔اللہ تعالیٰ مجاہدین کی حفاظت فرماتا ہے۔ہم نے نہیں دیکھا کہ کبھی کسی کیڑے نے کسی مجاہد کو کاٹا ہو۔

صحافی: آپ لوگ وہاں کیا سوچتے تھے؟

کاشف: ہمارے دل میں یہ خیال رہتا تھا کہ انشاء اللہ مستقبل اسلام کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان ظالموں سے نجات دلائے گا۔ وہ لوگ چونکہ ظالم ہیں اور ظلم آخر مٹنے کے لئے ہی ہوتا ہے۔

ساتھیوں نے کئی مرتبہ بہت اچھے اچھے خواب بھی دیکھے۔

کئی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھیوں نے خواب میں دیکھا۔

ایک عرب مجاہد نے رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''آپ لوگ صبر کریں، انشاء اللہ بہت جلد یہاں سے آپ کی رہائی ہوگی۔''

ایک مرتبہ ایک ساتھی نے رات کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ قُـمْ وَ اَذِّنْ ''اٹھو اور اذان دو''۔ پھر وہ اٹھا تو دیکھا کہ رات ہے، وہ پھر سو گیا۔ دوبارہ اس نے آپؐ کو خواب میں یہی فرماتے ہوئے سنا کہ قُمْ وَ اَذِّنْ ''اٹھو اور اذان دو''۔ اس نے پھر دیکھا تو رات ہی تھی۔

تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ''اٹھو اور اذان دو''۔ اس نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس چیز کی اذان دوں؟ ابھی تو فجر بھی نہیں ہوئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اَذِّنْ بِـالْفَـرَجِ ''تم نجات اور کامیابی کی اذان دے دو''۔ پھر وہ اٹھا اور اس نے تکبیر کی صدا بلند کی۔ سب ساتھی سوئے ہوئے تھے۔ اس نے ساروں کو اٹھایا اور کہا کہ سجدہ کرو اور بتایا کہ میں نے اس طرح خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت سنی ہے۔ وہ بہت اچھا اور بہت عبادت گزار ساتھی تھا۔ اسی طرح بہت سے دیگر ساتھیوں نے بھی خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

صحافی: اس کے علاوہ بھی کوئی غیر معمولی بات دیکھی ہو؟

کاشف: ہم نے مجاہدین کی بہت کرامتیں دیکھیں۔ میں نے ایسے ایسے ساتھی بھی دیکھے کہ جنہوں نے ایک امریکی فوجی کی طرف دیکھا تو وہ دیکھتے ہی نیچے گر گیا۔ یہ واقعات میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ ایک مرتبہ جب ہم نے ہڑتال کر رکھی تھی تو انہوں نے ہمارے کیمپ پر حملہ کیا (جب کہ ہم قید میں تھے) وہ ہمارے پنجروں کے اردگرد آنسو گیس اور جلد کو جلانے والی اور طرح طرح کی گیسوں کے گولے بھی پھینکتے تھے مگر مجاہدین پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا جب کہ وہیں پر ہم فوجیوں کو دیکھتے تھے کہ وہ اسی میدان میں گرتے تھے، پھر ڈاکٹر آتے، ان کو لے جاتے، آکسیجن لگاتے مگر جن کے لئے وہ گیس پھینکتے تھے وہ محفوظ رہتے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ شدید بارش تھی، میں وضو کر رہا تھا، میں نے دیکھا سب ساتھی آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، میں سمجھا شاید کوئی جہاز وغیرہ ہے۔ وہ مجھ سے کہنے لگے دیکھو آسمان پر کیا لکھا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے سب بادل چھٹ چکے تھے، صرف تھوڑے سے بادل تھے جن کے ذریعے فضا میں لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا۔ یہ منظر سب ساتھیوں نے دیکھا۔

یہ ایسے دن تھے کہ ساتھی بہت اداس تھے کیونکہ امریکی ہمیں آکر بار بار یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ساری زندگی یہیں پڑے رہو گے اور کبھی

یہاں سے نہیں نکل سکو گے۔ اوران دنوں تشدد بھی ان کی طرف سے بہت زیادہ تھا، داڑھیاں مونڈ دیتے تھے، قرآن کی بے ادبی بھی بہت کرتے تھے۔

ایسے میں یہ بادلوں سے کلمہ لکھے جانے کا واقعہ ہوا۔ الحمدللہ اس سے ساتھیوں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور امریکیوں کے خلاف جدوجہد کا جذبہ تازہ ہوگیا۔

صحافی: اس قسم کا کوئی اور واقعہ بھی آپ نے دیکھا؟

کاشف: یہ پہلا منظر (کلمے والا) تو میں نے سمندر کی طرف خود آسمان میں دیکھا تھا، لیکن دو تین دن بعد دوستوں نے بتایا کہ دوسری جانب بھی اسی طرح آسمان پر ساتھیوں نے ''هو القادر'' (اللہ ہی قادر ہے) لکھا ہوا دیکھا۔

ہم سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہدین کے لئے بشارتیں ہیں اور اس سے ہمارے حوصلے بہت بڑھ گئے، اور صبر زیادہ ہوگیا، استقامت میسر آئی اور ساتھیوں کو اطمینان ہوگیا کہ انشاء اللہ ہم حق پر ہیں اور اللہ نے چاہا تو مستقبل ہمارا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ!

صحافی: آپ کا دن وہاں کیسے گزرتا تھا؟

کاشف: صبح فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لینے کے بعد ہم مسنون اذکار پڑھتے تھے، اس کے بعد بعض بلاکوں میں درس ہوتے۔ عقائد پر، احادیث پر دروس ہوتے تھے۔ قیدیوں میں بہت سے علماء تھے۔ چنانچہ وہ درس دیتے تھے۔ اس کے بعد ساتھی حفظِ قرآن میں مصروف ہوجاتے، کچھ حفظ کرتے جب کہ کچھ تلاوت۔ اس کے بعد ساتھی قیلولہ کرتے، پھر ظہر کی نماز اور کھانے کے لیے اٹھتے۔ نمازِ ظہر کے بعد پھر حفظ کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا۔ عصر کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے جنگلے میں ورزش کرتے، پھر نماز۔ یوں سارا دن بس اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت میں گزر جاتا تھا۔

صحافی: آپ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو وہ لوگ قرآن مجید دیتے تھے؟

کاشف: جی، ہمارے پاس قرآن مجید ہوتا تھا مگر وہ لوگ قرآن سے بہت استہزاء کرتے تھے۔ روزانہ آتے اور ہمارے قرآنِ پاک کی تلاشی لیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم لوگوں نے اس میں اسلحہ یا کوئی اور چیز چھپائی ہوئی ہے، حالانکہ ہمارے پاس اسلحہ کہاں سے آنا تھا۔ پہلے انہوں نے خود قرآن لاکر دیا اور پھر اس کے ذریعے روزانہ ہمیں اذیت دیتے تھے۔ ان کے اس رویے کی وجہ سے ساتھیوں نے چار مہینے تک زبردست ہڑتال کئے رکھی۔ ہماری یہ ہڑتال صرف قرآنِ مجید کی وجہ سے تھی۔ ہم نے کہا کہ یا تو اس جزیرے (گوانتانامو) سے قرآن کو نکالیں یا پھر اس کو ہماری طرح اسیر نہ کریں۔ اس کو بلاوجہ ہاتھ نہ لگائیں۔ دراصل ان کی عورتیں بھی آتی تھیں اور اپنے ناپاک ہاتھ اس کو لگاتی تھیں، تفتیش کرتی تھیں، ساتھیوں کو ذہنی اذیت دینے ہی کے لئے وہ قرآن لائے تھے۔ بہر حال، وہاں بہت سے ساتھیوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ تقریباً تین ساڑھے تین سو حفّاظ بن کر نکلے۔ زیادہ تر اس میں شیخ اسامہ بن لادن کے عرب ساتھی تھے، کچھ پاکستانیوں اور افغانیوں نے بھی حفظ کیا۔ تجوید کا درس بھی ہوتا تھا، لوگ ایک دوسرے کو اپنا حفظ سناتے بھی تھے۔

اس طرح دینی پہلو سے ہمیں بڑا فائدہ ہوا۔ سب ہی لوگوں نے دو تین سال میں عربی زبان بھی سیکھ لی، عرب قیدیوں میں بہت سے علماء بھی تھے۔ درس کا سلسلہ مسلسل رہتا تھا۔ عقائد کا، فقہ کا درس بھی چلتا رہتا تھا۔ بہت فائدہ ہوا۔

صحافی: امریکی فوجیوں کا رویہ آپ کے ساتھ کیا ہوتا تھا؟

کاشف: رویہ تو بہت برا ہوتا تھا۔ اس میں بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنی ڈیوٹی کے دوران بہت تنگ کرتے تھے۔ رات کو سونے نہیں دیتے تھے۔ گانے گاتے تھے، بلاک کے اندر عورتوں کے ساتھ مل کر اونچی آواز میں شور کرتے تھے۔ ساری رات لوگ نیند نہیں کرسکتے تھے، بعض دوسرے بھی تھے جن کا شر ان سے کم تھا۔ لیکن کچھ فرقے بہت زیادہ تنگ کرتے تھے۔ ایک گروپ ان کا ''94'' کہلاتا تھا۔ ایک دوسرا ''پیپسی'' کہلاتا تھا۔ یہ لوگ بہت متشدد تھے، ان میں بالکل انسانیت اور شرافت نہیں تھی۔

صحافی: کیا وہ آپ پر تشدد کرتے تھے؟

کاشف: نہیں اس طرح تو وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے کیونکہ الحمدللہ مجاہدین تمام وہاں بہت متفق ہیں۔ اگر ایک کو بھی وہ مارتے تو سارے ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے، سب میں بہت اتفاق ہے۔ جیسے قرآن میں ہے کہ ''اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ''

بالکل اسی طرح وہ آپس میں رحم دل ہیں اور کفار پر بھاری۔ اس آیت کا عملی ترجمہ تو میں نے وہاں دیکھا کہ ساتھی ایک دوسرے پر بڑے رحیم تھے۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو وہاں چونکہ علاج کا صحیح بندوبست نہیں ہوتا تھا، لہٰذا سارے ساتھی اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے، بس پھر امریکی ڈر جاتے اور ڈاکٹر کو بھیج دیتے۔ اس کے علاوہ ان کا اذیت دینے کا انداز یہ ہوتا تھا کہ جب کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا بہت کم دیتے۔ کھانے کو کچرے میں ڈال دیتے مگر ہمیں نہ دیتے۔ خاص طور پر یہ گروپ جن کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا۔

پھر کبھی جب ہم نماز پڑھتے تو وہ لوگ زور زور سے پاؤں زمین پر مارتے تاکہ ہمیں اذیت دیں۔ کبھی اذان پر ہنستے۔ مگر ان کی ایسی ہر حرکت پر ساتھی اپنے پنجروں میں ہوتے ہوئے بھی مقابلہ کرتے تھے، ان پر پانی پھینک دیتے تھے اور اگر ایسا کوئی موقع ملے کہ کوئی پنجرے کے قریب سے گزرے تو اس کو ایک آدھ مکّا بھی ٹکا دیتے تھے۔ پھر یہ آنکھ مچولی تو چلتی ہی رہتی تھی، وہ لوگ ہم پر گیس پھینکتے تھے۔

صحافی: کیا اس طرح آپ کے اخلاق کا منفی اثر نہیں پڑتا تھا ان پر؟

کاشف: نہیں جی! وہ خود اصلاً اخلاق کا نام تک نہیں جانتے، ہمارے اخلاق کا مسئلہ نہیں تھا۔ ہم تو ان سے بہت اخلاق سے پیش آتے تھے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور ان سے شرافت سے پیش آتے تھے، لیکن ان میں تو اخلاق بالکل نہیں تھا اور وہ ہمارے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتے تھے۔ ہمیں حیوان کی نظر سے دیکھتے تھے، انسان نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن بعض دوسرے امریکی جن کا رویہ ہمارے ساتھ ٹھیک ہوتا تھا، ہم بھی ان سے اچھے طریقے سے پیش آتے تھے۔ ان سے بات چیت بھی رہتی تھی۔

صحافی: آپ کی دعوت وتبلیغ کا کوئی اثر ہوا ان پر؟

کاشف: جی، بہت ہوتا تھا۔ تقریباً چالیس پینتالیس سے زیادہ امریکی فوجی مجاہدین کی تبلیغ کے نتیجے میں مسلمان ہوگئے۔ بعض ساتھیوں کی رائے ہے کہ سو کے لگ بھگ فوجیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

دراصل ان کی اصل تعداد معلوم کرنا اس لیے مشکل ہے کہ وہ لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے، دوسری صورت میں ان کو اپنے حکام کے غیض وغضب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔

کالے امریکی اور اسی طرح ہسپانوی نسل کے امریکیوں کے ساتھ ہمارا رویہ اچھا ہوتا تھا کیونکہ ان کا برتاؤ بھی ہمارے ساتھ معقول ہوتا تھا۔ چنانچہ ان سے ہمارا مکالمہ چلتا رہتا، لیکن ''94'' گروپ وغیرہ، جو نیلی آنکھوں اور سفید چمڑی والے تھے، وہ ہم سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

صحافی: کیا کسی کو انفرادی طور پر ٹارچر بھی کیا جاتا تھا؟

کاشف: اگر کبھی کسی بھائی کا کسی فوجی سے مسئلہ ہو جاتا تھا یا تفتیش میں کسی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تھا تو اس کو قیدِ تنہائی میں رکھتے تھے، لوہے کے کنٹینروں میں، جس میں ائر کنڈیشنر چل رہے ہوتے تھے...... سخت سردی کے موسم میں بھی۔ وہاں مکمل قیدِ تنہائی ہوتی تھی، نہ تو کوئی کسی دوسرے کو دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی ایک دوسرے کی آواز سن سکتے تھے۔ اسی طرح اور بھی مختلف قسم کی جیلیں ہیں۔ ایک ایسی ہی جیل کا نام 'کیمپ اے' ہے۔ جو ''ڈیلٹا کیمپ'' سے کچھ دور ہے۔ اس میں بھی بہت سخت اذیتیں اور تشدد کیا جاتا ہے۔ وہاں بھی مجاہدین کو قیدِ تنہائی میں رکھا جاتا ہے۔

صحافی: فوجیوں میں سے جو لوگ آپ کی بات سنتے تھے ان کا کہنا کیا تھا؟

کاشف: وہ خود اعتراف کرتے تھے کہ انہوں نے ظلم کیا ہے۔ ان کی حکومت ظالم ہے۔ ہمارا رویہ اور اخلاق دیکھ کر وہ شرمندہ ہوتے تھے اور اپنے بڑوں کو ذلیل کہتے تھے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ امریکی بدمعاش ہیں اور بدمعاشی سے آپ کو یہاں لائے ہیں۔ ہمیں اچھا سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں امریکہ میں بتایا گیا تھا کہ یہ لوگ (مجاہدین) وحشی ہیں، انسانوں کو کھا جاتے ہیں، بہت خطرناک ہیں، انسانوں سے نفرت کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ساتھیوں کو دیکھتے تھے کہ یہ ہم سے اچھے انسان ہیں اور ان کا اخلاق اور تہذیب ہم سے بہتر ہے تو بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے۔

صحافی: وہاں آپ کی دعائیں کیا ہوتی تھیں؟

کاشف: ہم تین سال متواتر رات کی نمازوں میں قنوتِ نازلہ اور اجتماعی دعائیں کرتے تھے۔ دعائیں زیادہ تر یہ ہوتی تھیں کہ جو مجاہد ساتھی باہر ہیں، آزاد ہیں، اللہ ان کی حفاظت کرے اور ان کو ثابت قدم رکھے۔ اپنی رہائی سے بھی بڑھ کر ان کے لیے دعائیں ہوتی تھیں جو آزاد ہیں اور جو پوری دنیا میں برسرِ جہاد ہیں۔ ان کی فکر زیادہ ہوتی تھی کہ وہ محفوظ رہیں، ثابت قدم رہیں، دشمن کے سامنے ہتھیار نہ

ڈالیں اور کبھی یہ راستہ نہ چھوڑیں۔ اکثر یہی دعائیں ہوتی تھیں۔

صحافی: نئے آنے والے قیدی کس حال میں ہوتے تھے؟

کاشف: پہلے پہلے جو ساتھی نئے آئے تھے وہ فطری طور پر کچھ مشکل محسوس کرتے تھے مگر جب وہ پنجرے کے اندر جاتے تھے اور دیکھتے تھے کہ ان سے اچھے ساتھی ان میں موجود ہیں اور سب خوش ہیں تو وہ بھی سب گھر بار کو بھول جاتے تھے، اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اللہ کے ذکر سے بہت سکون ملتا تھا۔

پھر یہ کہ مجاہدین ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ اگر کوئی ایک بیمار ہو جاتا تو سب ساتھی اس کے لئے دعا کرتے اور اس کے علاج کے لئے کوشش کرتے، اس پر دم کرتے۔ ایک ساتھی کو اگر زکام بھی ہو جاتا تو سب ساتھی اس کے لئے اجتماعی طور پر نام لے کر دعا کرتے تھے۔

صحافی: کیا آپ کو باہر کی دنیا کے حالات کی خبر ہوتی تھی؟

کاشف: نہیں، اس طرح خبریں تو نہیں ملتی تھیں تاہم بعض فوجیوں کو ہم دیکھتے تھے کہ باہر کوئی معاملہ ہے۔ کبھی کبھی وہ چھپ کر روتے تھے۔ اس سے ہمیں احساس ہو جاتا تھا کہ کوئی معاملہ ہے۔

بعض اوقات کسی فوجی کو ہم غمگین دیکھتے تھے، ساتھی پوچھتے تھے کہ کیا مسئلہ ہے؟ تو وہ کہتے تھے کہ ہوسکتا ہے کہ مجھے عراق یا افغانستان بھیج دیں۔ یہ سن کر جب ہمارے ساتھی ان سے کہتے تھے کہ ٹھیک ہے جاؤنا، اس میں ''پریشانی'' کی کیا بات ہے تو وہ کہتے تھے کہ نہیں وہاں جا کر تو ہم مارے جائیں گے۔

اس طرح موت کا بہت خوف ان پر طاری رہتا تھا۔ لیکن ان کے مقابلے میں مسلمان قیدیوں میں بہت صبر ہے۔ اگرچہ تکلیف کا عالم یہ ہے کہ کھانا تھوڑا ہونے کی وجہ سے ایک وقت کھالیں تو دوسرے وقت کے کھانے تک ہمیں ضعف کی وجہ سے چکر آتے تھے۔ ساتھی وہاں بہت کمزور اور بہت پتلے ہو گئے ہیں بھوک کے مارے۔ لیکن الحمدللہ ساتھی صبر کرتے ہیں اور ابھی تک کسی نے امریکیوں سے کھانے کے بارے میں کچھ نہیں مانگا۔

صحافی: یعنی کھانے کی مقدار بڑھانے کا مطالبہ آپ نے کبھی نہیں کیا؟

کاشف: نہیں، کبھی کھانے کا مطالبہ نہیں کیا۔ مطالبات جتنے بھی تھے صرف قرآن کی بارے میں تھے، جتنی ہڑتالیں ہوئیں وہ بھی قرآن کے بارے میں ہی ہوئیں۔ کھانے کے لئے کچھ نہیں مانگتے تھے۔

صحافی: جب آپ کو چھوڑا تو کیا آپ کو بتایا گیا تھا کہ آپ کو چھوڑنے لگے ہیں؟

کاشف: صرف ایک دن پہلے بتایا تھا۔ یوں تو جب وہ چھوڑنے لگتے ہیں تو 'کیمپ اے' میں منتقل کر دیتے ہیں۔ کھانا تو وہاں بھی ہوتا ہے لیکن مقدار زیادہ کر دیتے ہیں تا کہ انسان موٹا ہو جائے۔ بعض اوقات طاقت کی دوائیاں بھی دیتے ہیں تا کہ رہائی پانے والوں کو نحیف

دیکھ کر باہر کی دنیا میں امریکیوں کی بدنامی نہ ہو، تین چار ماہ وہاں رکھا جاتا ہے، پھر دس پندرہ دن پہلے اس کے کپڑوں کا ناپ لیا جاتا ہے، اس کی آواز کی ریکارڈنگ کی جاتی ہے، ٹیلی فون، ٹیپ ریکارڈر، موبائل فون اور کمپیوٹر تمام ذریعوں سے، تاکہ رہائی کے بعد بھی اس کی آواز کی شناخت کی جا سکے۔ اس کے علاوہ خون، یہاں تک کہ تھوک کا نمونہ بھی لیا جاتا ہے۔

صحافی: آپ کو اپنی قید کے ساتھی یاد آتے ہیں؟

کاشف: کیسے بھول سکتا ہوں جو وہاں میرے سب بھائی ہیں!

صحافی: آپ اپنے مسلمان بھائیوں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

کاشف: میرا پیغام اپنے بھائیوں کے لئے یہ ہے کہ جہاد کے راستے پر صبر اور استقامت سے چلتے رہیں اور اپنے قیدی بھائیوں کی رہائی کے لیے جدوجہد کریں، جہاد کریں ساری دنیا میں اسیر مسلمانوں کی رہائی کے لئے۔

ان شیطانوں کے فریب میں نہ آئیں۔ یہود و نصاریٰ سب جھوٹے وعدے دیتے ہیں، یہ جو بھی دعویٰ ہمارے حق میں کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے لئے یہ بھلائی چاہتے ہیں...... یہ بھلائی چاہتے ہیں...... یہ سب جھوٹ ہے۔ وہ حقوقِ انسانی کا جو کہتے ہیں یہ بھی سب جھوٹ ہے۔ ہم نے دیکھ لئے ہیں ان کے حقوقِ انسانی اور حقوقِ بشر۔

سب مسلمان اکٹھے ہو کر ان کا مقابلہ کریں اور اپنے علاقوں کو آزاد کرائیں۔

کاشف کا انٹرویو آپ نے پڑھا۔ انٹرویو تو یہاں ختم ہو گیا لیکن یہ کہانی ختم نہیں ہوئی۔ اس کہانی کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کردار افغانستان، اسرائیل، امریکہ، عراق اور نہ جانے دنیا بھر کے کن کن پنجروں میں بند ہیں ......وہ جن کے برہنہ جسموں کو ابوغریب جیل میں کتوں نے بھنبھوڑ کھایا...... جو فلسطین کے عقوبت خانوں میں، جہاں کسی صحافی کو جھانکنے تک کی اجازت نہیں، زندہ درگور ہو گئے۔

کاشف سے انٹرویو کے دوران میں یہ بھی نہیں پوچھ سکا کہ ان کی تعلیم کہاں تک ہے۔ مگر گوانتاناموسے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اس نوجوان کی فکر کی گہرائی، آنکھوں کی چمک، اس کے اندر چھپے کسی بیدار مغز اور جہاندیدہ انسان کا پتہ ضرور دیتی ہے۔